کتب خانہ میر محمد اسحٰق صاحب، مرحوم

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی!

تاریخ

قادیان

شریک جنیدہ

سرپرستان۔ محافظین۔ عام طلب پیشگاہی

"تاریخ ہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸"

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۶ء | نمبر ۱۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ

(۲) **وفات حسرت آیات**۔ مجھے اس خبر کو لکھتے ہوئے سخت صدمہ ہوتا ہے کہ میرے نہایت ہی پیارے اور محترم دوست مکرم خان بہادر شیخ آصف زمان صاحب ڈپٹی کلکٹر کوئٹہ ۱۹ یوم کی علالت کے بعد ۲۹ مئی ۳۶ء کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم میرے نہایت ہی مخلص دوست اور محب صادق تھے۔ مجھے ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ مفصل انشاء اللہ میں آئندہ اشاعت میں ان کے متعلق عرض کروں گا۔ کہ مرحوم کن خوبیوں کے مالک تھے۔ دعاء ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ مرحوم کو اپنے قرب و جوار جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اظہار حقیقت!

عیسےٰ کو چرخ پر نہ بٹھاتے تو خوب تھا
بن جاتی ہیں بنانی ہوں گر باتیں واہیات

احمدؐ کو خاک میں نہ ملاتے تو خوب تھا
قرآں سے کوئی بات بناتے تو خوب تھا

آتے مجددینؐ رہے راسِ قرن پر
اب اس صدی کے سر پہ دکھاتے تو خوب تھا

اپنے تئیں جو آپ ہی مسلم کہا تو کیا
اس دعویٰ پر دلیل بھی لاتے تو خوب تھا

کہتے ہو ہم ہیں عالم و فاضل بڑے ادیب
قرآں کو کاش دیکھ کے آتے تو خوب تھا

انعام اِک ہزار توفّی کے لفظ پر
اس مالِ بے بہاء کو اُڑاتے تو خوب تھا

سچ تو یہ ہے کہ تم میں صداقت کی بو نہیں
گر تھی تو آج زک نہ اٹھاتے تو خوب تھا

کیوں آگئی ہے مرگِ جہالت تمہیں پسند
پہچان کر امام کو جاتے تو خوب تھا

کیا ہے کوئی؟ جو میرے سوالوں کا دے جواب
میداں میں مرد بن کے جو آتے تو خوب تھا

دُنیا کی کھیل کود میں کوکبؔ پڑے ہو کیوں!
یادِ خدا میں دِل کو لگاتے تو خوب تھا

(خاکسار محمد یعقوب کوکبؔ قادیان دارالامان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

فاروق

جلد ۲۱ پنجو "قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جون سنہ ۱۹۳۶ء نمبر ۱۰

جس شخص کے پاس یہ اعلان پہنچے۔ اُس پر فرض ہے کہ گھر میں جاکر اپنے کُنبے کی عورتوں کو تمام مضمون اس اعلان کا اچھی طرح سمجھا کر سُنا دے۔ اور ذہن نشین کرے۔ اور جو عورت خواندہ ہو۔ اس پر بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کرے ۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار بغرض تبلیغ وانذار

چونکہ قرآن شریف واحادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر وثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کُنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے۔ سوال کیا جائیگا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اُس نے اُن کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں؟ اس لئے میں نے قیامت کی باز پُرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان ستورات ودیگر متعلقین کو ان کی بے راہیوں وبدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبردار کروں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بُری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا۔ کچھ سنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا۔ کچھ ڈرتے نہیں۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دُکھ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے اِن سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا۔ تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھولکر باواز بلند کہہ دیتے ہیں۔ کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے۔ اور جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بدرسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ تا نیک بخت عورتیں خدا تعالےٰ سے ڈر کر انکو چھوڑ دیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا۔ اور بے صبری کے کلمات مُنہ پر لانا۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا۔ اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہیں۔ یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔ اسے اختیار ہے۔ جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو۔ تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے۔ اور جو اس سے زیادہ کرے۔ وہ شیطان ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا۔ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا۔ اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا۔ اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا۔ اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں۔ جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۳) سوم۔ سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اور مکر و فریب سے منہ کو ڈھانک کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لئے صدہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ لوگ واہ واہ کریں۔ کہ فلاں شخص نے مرنے پر بھی کیا موت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے۔ تو گو وہ عورت جوان ہی ہو۔ دوسرا خاوند کرنا ایسا بڑا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے۔ اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے۔ کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ اور پاک دامن بیوی ہوگئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے۔ جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے۔ اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے اس کو چاہیئے۔ کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

(۵) یہ بھی عورتوں میں خراب عادت ہے۔ کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں۔ اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے۔ کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی۔ جب تک پوری پوری اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے۔ اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پس پشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے۔ کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے۔ کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا۔ تو میں حکم کرتا۔ کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے۔ یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُن کر پھر بھی باز نہیں آتی۔ تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔

عورتوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں۔ اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں۔ اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے۔ کہ بدکار عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں۔ اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بد عادت ہے۔ کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ عورت اور اس کے اقارب ناراض ہوتے ہیں۔ اور گالیاں دیتے ہیں۔ اور شور مچاتے اور اس بندۂ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالحہ ہیں مردوں کو اجازت دے رکھی ہے۔ کہ وہ اپنی کسی ضروریات یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے۔ تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اُس عادت والے اقارب جو خدا اور رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں ہیں۔ اور بھائی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو۔ تو اسے مناسب ہے۔ کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں۔ کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے۔ اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو۔ تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں۔ اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں۔ جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بدرسم ہے۔ کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے۔ جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالےٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے۔ وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے۔ اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں۔ جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنے تم میں سے خدا تعالےٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے۔ کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں۔ اور آتشبازی چلوانا۔ اور کنجروں۔ ڈومنوں کو دینا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے۔ کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے۔ یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں۔ جیسے چیچک کی پوجا بعض فرضی بیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں۔ جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں۔ کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خاص للہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے۔ اور اس غضب الٰہی میں مبتلاء ہو جاؤ گے جس کا انتہاء نہیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار۔ غلام احمد از قادیان

عیسائی مشن

کیا مسیح تمام دنیا کیلئے قابل تقلید نمونہ بن سکتے ہیں؟

بنی نوع انسان کی اصلاح و بہبودی کا بیڑا اٹھانا تمام امور میں ایک مستقل شخصیت اور جملہ افعال میں ایک بہترین قابل تقلید نمونہ ہر مذہبی ریفارمر اور مصلح قوم کا فرض منصبی ہے۔ تا انسان جس امر کے سلجھانے کے لئے مستعد ہو اور جس کام کے آغاز کے لئے آمادہ و تیار ہو اسی میں اس کا قابل تحسین نمونہ عمدہ تعلیم موجود ہو جو انسان کو بروقت تسکین آفرین چشمہ سے سیراب کرے۔ کیونکہ انسان فطرتاً نمونہ کا محتاج ہے۔ اور ماسوا نمونہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس کو بطور احسن انجام دے سکنے میں کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

اس کی بود و باش نشست و برخواست ہر حرکت و سکون نمونہ کی مقتضی ہے۔ اور جس طرح ہر فرد بشر نمونہ چاہتا ہے۔ اسی طرح اقوام عالم کا جب آپس میں اختلاط و اجتماع نہ ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی ہر قوم کو ایک اسوۂ حسنہ کی ضرورت تھی اور فی زمانہ جبکہ حیرت انگیز مغربی ایجادات کی وجہ سے دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئی ہے۔ تو ساری دنیا ایک نمونہ کی طرف رغبت کرتی ہے۔ جو ان کے مذہبی۔ اخلاقی۔ معاشرتی اور اقتصادی امور کا عمدہ فوٹو اور بہترین تصویر ہو۔ جس کا ہر پہلو دلکش اور تمام اطراف دیدہ زیب ہوں۔ تا انسان والہانہ انداز میں اس کی طرف راغب ہو کر بآسانی مقصود سے ہمکنار ہو سکے۔

لیکن اس کے برعکس اگر نمونہ ناقص اور غیر مانوس ہو۔ تو وہ لوگ جو عمدہ نمونہ کا پُر اشتیاق جذبہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ وہ اصلاح پذیر کیا ہوں گے۔ بلکہ اچھا بننے کی بجائے بُرا۔ کامل بننے کی بجائے ناقص ہونگے۔ اس لئے یہ لابدی امر ہے کہ وہ وجود جو بطور ماڈل اہل دنیا کے سامنے پیش ہو۔ وہ تمام کاموں میں افضل۔ تمام اوصاف میں اشرف۔ اور تمام امور میں اکمل ہو۔ اس کا ہر فعل و ہر حرکت قابل تقلید ہو۔ جس کے تمسک سے انسان منازل ارتقاء کو نہایت سکینت و طمانیت سے طے کرتے ہوئے جادۂ استقامت پر کھڑا ہو سکے اور اپنی زندگی کے اس پاکیزہ مقصد کو پورا کر سکے۔ جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔

نمونہ کے لئے دو امور کا ہونا نہایت ضروری ہے (۱) اس کی زندگی گناہوں کی آلودگی اور معصیت کی الائش سے منزہ ہو۔ اور اس شفاف آئینہ کی طرح ہو۔ جو غایت درجہ آب و تاب سے اپنے افعال کو دلفریب انداز میں مشتاقان نمونہ کے سامنے پیش کر رہا ہو۔

(۲) اس کی زندگی کمالات سے لبریز اور اس کے افعال پسندیدگی اور رعنائی سے معمور ہوں۔ انسان جس شعبہ زندگی میں چلا جائے۔ اور جس دشوار ترین راستہ سے اس کا گزر ہو۔ وہیں اس کا بہترین اور قابل تقلید نمونہ مل سکے۔ اور بے قرار و مضطر انسان کیلئے خوشنودی و فرحت جان کا موجب ہو نہیں بلکہ آب حیات ہو!

اب عیسائی حضرات جن کے بول محض زبانی جمع خرچ ہی نہیں۔ بلکہ وہ نہایت دھڑلے سے اس بات کے مدعی ہیں۔ کہ حضرت مسیح خداوند ساری دنیا کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ ان کا فرض ہے۔ کہ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں۔ کہ حضرت مسیح ہر شعبہ زندگی میں ہر قوم و ملت کے لئے فی الحقیقت نمونہ ہیں۔ اور جس قدر بھی لوازم بشریت حوائج انسانی کے لئے جزو لاینفک ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہاں ان کا نمونہ موجود ہے۔ اور حضرت مسیح کے لئے ضروری ہے۔ کہ تمام شعبہائے زندگی میں اس کا گذر ہوا ہو۔ وہ تمام حالات و واقعات کا تجربہ کار رہنما اور آزمودہ کار لیڈر ہو۔ اور وہ تمام حالات جو وقتاً فوقتاً انسانی زندگی پر وارد ہوتے ہیں اس پر بھی آئے ہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاکہ جب بھی کوئی اپنی تیرہ بختی سے کسی مصیبت کا شکار ہو۔ اور اس عالم اضطراری میں کسی نمونہ کا محتاج ہو تو فوراً مسیح کا نمونہ اس کو اطمینان دلاتا ہوا نظر آئے۔

مثلاً یتیمی۔ غریبی۔ امیری۔ حکومت۔ محکومیت جنگ کرنا۔ فتح پانا۔ شکست کھانا۔ اکیلا ہونا۔ صاحب اولاد ہونا۔ اولاد کا فوت ہونا۔ دوستوں والا ہونا۔ دشمنوں والا ہونا۔ ملازمت کرنا۔ تجارت یا کوئی اور کاروبار کرنا۔ بیع و شراء۔ قرض و رہن کے معاملات کرنا۔ بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ اندھیرا۔ قید ہونا۔ دشمن کے پنجے میں گرفتار ہونا۔ آزاد ہونا۔ مظلوم ہونا۔ نوکروں چاکروں۔ لونڈی و غلاموں والا ہونا۔ کنبہ والا ہونا۔ کسی کا ہمسایہ ہونا۔ وطن سے بے وطن ہونا۔ کسی یتیم کا سرپرست ہونا۔ متعدد شادیاں کرنا۔ ایک شادی کرنا وغیرہ۔

اب قطع نظر اس کے کہ ہم دیگر مذہبی لیڈروں اور پیشواؤں پر ان حالات کثیرہ مختلفہ کو وارد کر کے دیکھیں۔ اس وقت ہمارے موضوع کی زینت حضرت مسیح کی ذات والا صفات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح کا ان امور میں گزر ہوا؟ اور کیا ان کے بارے میں ان کا کوئی نمونہ موجود ہے؟ لیکن افسوس جب ہم ان کے پیشوا اور خداوند کے حالات کی لسٹ مانگتے ہیں۔ تو ہم اکثر جگہ سے خالی اور بعض جگہ سے نامکمل پاتے ہیں۔ اور عدم علم کا عذر ہوتا ہے جب ہم نے اس لسٹ کا بنظر امعان مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح غریب تو تھے۔ اور فلاکت کا شکار تو ہوئے مگر امیری کی حالت ان میں نہیں آئی۔ تو کس طرح ایک امیر اپنی زندگی میں اپنی امارت کے لئے مسیح کو نمونہ و اسوہ بنا سکتا ہے۔

اسی طرح مسیح رومیوں کے محکوم تو تھے۔ مگر خود کبھی حاکم و بادشاہ اور ذی اقتدار شخصیت نہ بنے۔ اس لئے ایک بادشاہ جو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی بادشاہت میں کسی کامل بادشاہ کو نمونہ بناؤں جو سیاسی۔ معاشرتی اور اقتصادی امور کو اچھی طرح سلجھا سکتا ہو۔ وہ کس طرح حضرت مسیح کو نمونہ بنا سکتا ہے۔ اسی طرح مسیح نہ کسی قوم سے برسرپیکار ہوئے اور نہ جنگ آزما نہ فاتح ہوئے نہ شکست کا موقعہ ملا کہ ایک جنگجو۔ ایک فاتح اور ایک شکست خوردہ آپ کو نمونہ بنا سکے۔ پھر مسیح کنوارے رہے۔ اور تمام دنیا کے کنواروں کے لئے نمونہ ہیں۔ کیونکہ آپ کنوارپن کے عالم میں۔ پاکباز عفیف۔ اور پاک دامن رہے۔ لیکن افسوس کہ مسیح کے شادی نہ کرنے کی وجہ سے وہ لاتعداد اور بے شمار شادی شدہ بنی نوع انسان جن کی تعداد کنواروں سے بدرجہا زیادہ ہے محروم رہے۔ اور حضرت مسیح کسی صورت میں ان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ پھر مسیح بوجہ شادی نہ کرنے کے اولاد سے محروم رہے۔ اس لئے آپ شادی شدوں اور صاحب اولاد لوگوں کے لئے ان کی اولاد کی تربیت میں کیسا نمونہ بن سکتے۔

پھر جب آپ صاحب اولاد نہ تھے۔ تو آپکی اولاد بھی فوت نہیں ہوئی۔ پھر کس طرح وہ شخص جس کی اولاد فوت ہو۔ جس کا لخت جگر اس سے جدا ہو جائے۔ اور موت جس کے حسین لعل کو چھین لے جائے۔ مسیح کو صبر جمیل کے لئے نمونہ بنا سکتا ہے دیکھو ایک شخص پیرانہ سالی کے عالم میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کی ہیئت کذائی کے آثار موت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ اور عین اس وقت اس کے لڑکے اور لڑکیاں مرۃً بعد آخری دامن اجل میں پوشیدہ ہو رہے ہیں۔ اس بے قراری اور افسردہ حالی کے وقت وہ طبعاً چاہتا ہے۔ کہ مجھے اس وقت کوئی راہنما ملے جو میری راہبری کرے کہ مجھے اس پلصراط سے کس طرح گزرنا چاہیئے۔ اور ایسا روح پرور اور اطمینان بخش نمونہ پیش کرے جو واقعی میرے لئے مفید ہو۔

وہ بے ساختہ آواز دیتا ہے۔ خداوند مسیح میرا ہاتھ پکڑ لیجئے۔ میں چلا۔ میری اس مضطربانہ حالت میں ارشاد فرمایئے میں کیا کروں۔ میری زندگی تلخ ہو رہی ہے۔ باد سموم کی معمولی سی لپیٹ اور مصیبت کا ایک ہچکولہ میری تباہی کے درپے ہے۔ حوادثات زمانہ کی کمان اپنے سہامہائے مسمومہ سے میرے سینے کو چھید رہی ہے۔ لیکن افسوس مسیح ان کا ہاتھ نہیں پکڑتے۔ سہارا دینے سے مجبور ہیں۔ ہاں دور سے صرف اتنا فرما دیتے ہیں۔ صبر کرو۔ وہ پھر کہتا ہے ہائے میں کیسے صبر کروں تکلیف کی کوئی انتہاء بھی ہو؟ مجھے دنیا اندھیر معلوم ہو رہی ہے۔ چرخ پیر کی گردشیں مجھے جینے نہیں دیتیں۔ موت نے میرے جگر اور دل کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ میرے قرۃ العین میرے دیکھتے دیکھتے پیوند خاک ہو گئے۔ میرا وہ روشن گھر جو شب و روز جنت معلوم ہوتا تھا۔ آج اس پر حسرت برس رہی ہے۔ میں چین پاؤں تو کس طرح میرے دل کی خلش سینے کی سوزش اور جگر کی بھڑاس کم ہو تو کیونکر بھلا خداوند مسیح بتایئے تو سہی آپ پر بھی کوئی ایسی مصیبت آئی۔ کیا آپ پر بھی ایسے لرزہ براندام واقعات وارد ہوئے۔

اُف مسیح اس مصیبت زدہ کو جس کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ صاف کہدیتے ہیں کہ بھائی بے شک مجھے یہ مصیبت دنیا میں نہیں پہنچی۔ مجھے نہیں معلوم اولاد کیا ہوتی ہے۔ اور اس کی محبت کس کو کہتے ہیں۔ اور پھر جدائی کا صدمہ کیا ہوتا ہے۔ آخر وہ مصیبت زدہ کیا کہیگا۔ یہی نا کہ پھر میں کس طرح آپ کو دیکھ کر تسلی پا سکتا ہوں۔ اور آپ کیسے میرے لئے ایک قابل تقلید نمونہ بن سکتے ہیں۔

پھر اسی طرح مسیح نے کوئی کاروبار نہیں کیا نہ تجارت کی نہ ملازمت کے نزدیک پھٹکے نہ بیع و شراء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وغیرہ حالات کی الجھن میں پڑے۔ تو کس منہ سے عیسائی حضرات اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارے خداوند مسیح ملازموں۔ تاجروں۔ کاروباری لوگوں یا خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے نمونہ ہیں۔

پھر حضرت مسیح مظلوموں اور قبائلیوں کے لئے تو بے شک نمونہ بن سکتے ہیں۔ مگر جو عکس اس کے آپ کو دشمن پر قابو پانے کا موقع نہیں ملا۔ تاکہ آپ اُن غالب آدمیوں کے لئے ایک بہترین اسوہ کہلا سکیں۔ جن کو دشمن پر غلبہ کا موقع ملتا ہے۔ مگر وہ عفو سے کام لیتے رہیں۔ انتقام کی گنجائش ہے۔ مگر وہ درگزر کرتے رہیں ظلم کر سکتے ہیں۔ مگر رحم کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

پھر اسی طرح مسیح اُن بیچاروں کے لئے بھی نمونہ نہیں۔ جن کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ کہ عدل کو کس طرح روا رکھا جا سکتا ہے اور باوجود ایک بیوی سے انتہائی محبت کا علاقہ رکھنے کے پھر کمال عدل کیونکر ممکن ہے۔ اسی طرح مسیح پر بقول عیسائیاں بڑھاپا ہی نہیں آیا۔ کہ آپ ان نحیف اور کمزور لوگوں کے لئے نمونہ بن سکیں۔

پھر انجیل مسیح کی کسی بیماری تک کا ذکر نہیں کرتی۔ پھر ایک شخص پُر اشتیاق قدموں سے قابل تقلید نمونہ کی تلاش میں مسیح کی طرف بڑھتا ہوا ایک سوال پیش کرتا ہے۔ کہ حضرت مجھے ہمسائیوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے۔ تو مسیح نہایت ناامیدی سے یوں جواب دیکر بلا سر سے ٹالتے ہیں۔ کہ بھائی میرا کوئی ہمسایہ ہی نہیں۔ میں کیا بتاؤں۔

غرضیکہ جس قدر امور میں نے حوائج انسانی کے لئے ضروری اور جزو لاینفک کی مانند بتائے ہیں ان میں اگر مسیح نمونہ بن سکتے ہیں۔ تو صرف پانچ چھ باتوں میں اور باقی باتوں میں عدم علم کا عذر نمایاں طور پر کرتے نظر آتے ہیں۔ اب فریس اور دانشمند احباب خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ مسیح اہل دنیا کیلئے کیونکر کامل نمونہ بن سکتے ہیں

باقی پھر (ملک نذیر احمد ریاض جامعہ)

پیغامی مشن

شملوی غیر مبائع کے مطالبہ کا ایفاء

نمبر ۵

(از مولوی محمد علی صاحب اظہر)

شملوی صاحب "یہ ایک قیاسی بات نہیں۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اصل میں ان کی اور ہماری تو نزاع لفظی ہے۔ مکالمہ اور مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔ (الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء صـ۱۳)

اب کثرت سے مکالمہ مخاطبہ پانے والے اولیاء اللہ کو مجدد صاحب کی شہادت سے محدث اور نبی لکھا ہے۔ جس کے صاف یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک ایک ولی کو محدث یا نبی کہنا ایک ہی بات ہے۔"

اظہر "محدث اور نبی" کو "محدث یا نبی" سمجھ لینا یہ شملوی صاحب کے ہی مبلغ علم کا نتیجہ ہے اور اپنے علم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم قرار دینا بھی انہی کی زبردستی ہے۔ ورنہ جیسا کہ دکھایا جا چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محدث اور نبی میں فرق بیان فرمایا ہے اور خود محدث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے حکم سے نبی ہونے کا دعویٰ بار بار اور کثرت سے پیش کیا ہے۔ اور اپنے دعویٰ کی بناء حکم الٰہی پر رکھی ہے۔ نہ مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر۔ جیسا کہ فرمایا قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون۔ قل عندی شہادت من اللہ فھل انتم مومنون

اور مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات سے بھی اپنے دعویٰ نبوت کی تائید لی ہے نہ کہ محدثیت کی۔ چنانچہ الحکم سے مولوی صاحب کی پیش کردہ تحریر کا اگلا فقرہ یہ ہے "اچھا میں پوچھتا ہوں کہ ایک انسان خدا سے خبر پا کر دنیا پر ظاہر کرے۔ تو اس کا نام آپ لوگ عربی زبان میں بجز نبی کے اور کیا تجویز کرتے ہیں۔"

کیا محدث عربی زبان کا لفظ نہیں۔ اسکو چھوڑ کر حضور بار بار نبی کا لفظ کیوں اپنے لئے استعمال فرماتے ہیں۔ اور تائید مزید حاصل کرنے کے لئے بطور سوال کیوں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ بھی استفہام اقراری کے رنگ میں۔ گویا دوسروں کے منہ سے بھی اپنے لئے نبی کا لفظ ہی نکلوانے کی کوشش فرما رہے ہیں نہ کہ محدث کا۔ تو پھر محدث اور نبی حضورؑ کے نزدیک "محدث یا نبی" کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

شملوی صاحب "یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ کہ مجدد صاحب کی عبارت روایت بالمعنے کے طور پر نقل کی گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس روایت بالمعنے میں لفظ نبی سے مراد محدث ہی لیں۔ کیونکہ اصلی روایت میں محدث کا لفظ ہے۔ مگر سیاق و سباق عبارت کے لحاظ سے محدث کی بجائے لفظ نبی اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ نا حدیث

نبوی میں جو نبی اللہ اور پھر امامکم منکو کے الفاظ ہیں۔ ان کی رعائت رکھی جائے۔"

اظہر۔ شملوی صاحب کی یہ توجیہ کئی ایک لحاظ سے غلط ہے۔

(۱) اول شملوی صاحب جسے اصلی روایت فرما رہے ہیں۔ اس کی طرف حقیقۃ الوحی میں اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ پھر کس طرح تسلیم کر لیا جائے۔ کہ شملوی صاحب کی بیان کردہ روایت ہی یہاں مراد ہے

(۲) دوم۔ بفرض محال اگر وہی روایت تسلیم کی جائے۔ تو ازالہ اوہام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے اس روائت کو اپنی محدثیت کے ثبوت میں بطور گواہ کے پیش ہی نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ اس مضمون کا عنوان جس میں وہ روائت بیان ہوئی ہے۔ یہ ہے "سید احمد خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا الہام کی نسبت خیال اور ہماری طرف سے جیسا کہ واقعی امر ہے اس کا بیان"

اس عنوان سے ہی ظاہر ہے۔ کہ سید احمد خاں صاحب کے الہام کے متعلق خیال کی تردید میں وہ روائت بیان فرمائی ہے نہ کہ اپنے دعوئ محدثیت کی تائید میں۔

(۳) سوم بالفرض اپنے دعوئ محدثیت کی تائید میں ہی اس روائت کا بیان سمجھ لیا جائے تو امتی نبی کے معنی محدث ہی قرار دے لئے جائیں۔ تب بھی یہ دعوئ اس تعریف نبوت کی بناء پر تھا۔ جس پر حضرت اقدسؑ ابتدائی ایام میں رواجی عقیدۂ اسلام کے مطابق اعتقاد رکھتے تھے۔ جس کا ذکر اس مضمون میں اوپر آچکا ہے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح وحی نازل کر کے حضورؑ کو [illegible] زور دیا۔ اور پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ [illegible] تعریف نبوت کی بناء پر جسے حضورؑ نے بار بار اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے۔ اپنے آپ کو صریح طور پر مدعی نبوت بیان کرنا شروع کر دیا۔ اور محدث اور نبی میں امتیاز بھی بیان فرما دیا۔ اور پھر کبھی امتی نبی کو محدث کے نام سے نہیں پکارا۔ اسی عقیدہ کی بناء پر حقیقۃ الوحی میں مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی طرف اشارہ کر کے "وہ نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ لکھے ہیں۔ اور چونکہ حقیقۃ الوحی میں روائت بالمعنیٰ بیان ہوئی ہے۔ لہذا مکتوبات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اور روائت کی طرف اشارہ ہے

مکتوب ۳۰۱

نبوت عبارت از قرب الٰہی است .....

ایں قرب بالاصالت نصیب انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات وایں منصب بخصوص ایں بزرگواراں است علیہم الصلوٰۃ والبرکات و خاتم ایں منصب سید البشر است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والسلام حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیات بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود علیہم الصلوٰۃ والسلام غائت مافی اسباب متابعان و خادماں را از دولت صاحبان نصیب است

پس از قرب انبیاء کمل تابعاں را ہم نصیب بود۔ و علوم و معارف و کمالاتِ آں مقام بطریق وراثت نیز نصیب تابعاں باشد۔ ع خاص کند بندۂ مصلحت عام را

پس حصولِ کمالاتِ نبوت مرتابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل منافی خاتمیتِ او نیست فلا تکن من الممترین۔

ہے۔ جیسے شملوی صاحب بھی اپنے ایک مضمون میں جو "ختم نبوت کی حقیقت" کے نام سے کتاب کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ بیان فرما چکے ہیں۔ اور یہی وہ حوالہ ہے۔ جو اخبار فاروق میں خاکسار کی طرف سے پیش کیا جا چکا ہے۔ جس کا مطالبہ آپ نے پیغام صلح کے ذریعہ سے بقول خود کیا تھا۔ وہو ہذا

نبوت سے مراد قرب الٰہی ہے۔ یہ قرب بالاصالت انبیاء کا حصہ ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اور یہ منصب انہیں بزرگواراں سے خاص ہے علیہم الصلوٰۃ والبرکات اور اس منصب کو کامل کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیات بعد نزول شریعت خاتم الرسل کے تابع ہونگے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تابعداراں اور خادموں کو انکے مالکوں کی دولت اور ملکیت سے حصہ دیا جاتا ہے۔ پس قرب انبیاء سے بھی کامل متبعین کو حصہ دیا گیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف و کمالات وراثت کے طور پر تابعین کے نصیب ہوتے ہیں۔ ع خاص کند بندۂ مصلحت عام را پس تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا تابعداروں کو خاتم الرسل کی بعثت کے بعد ملنا آنحضرت صلعم کی خاتمیت کے خلاف نہیں ہے۔ پس تو شک کرنے والوں سے مت ہو۔

اور اس پر جناب نے صفحہ ۳۲ و ۳۳ میں مندرجہ ذیل حاشیہ آرائی فرمائی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت درحقیقت قرآن شریف کی آیت من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کا مفہوم ہے۔ مگر چونکہ خشک ملاں ان معنوں کو تو سمجھے نہیں۔ الٹے شک میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ یوں تو ختم نبوت ٹوٹ گئی۔ اس لئے حضرت مجدد صاحب نے ساتھ ہی فرما دیا۔ فلا تکن من الممترین۔ پس مومن کو ممترین سے علیحدہ رہنا ہی اچھا ہے۔ یہاں یہ کہا جائے گا۔ کہ کمالاتِ نبوت مل سکتے ہیں نہ نبوت۔ جیسے کہ حسن بھلواری نے کہا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر کسی میں نبوت کے کمالات پیدا ہو جائیں۔ تو نبوت اس سے زیادہ اور کیا شے ہے۔ حقیقتِ نبوت تو اس مقام کے کمالات ہی کا نام ہے۔ اگر یہ صحیح نہیں۔ تو پھر اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ ہم کسی کی نسبت یہ کہیں کہ اس میں کمالات علمی تو سب ہیں۔ مگر وہ عالم نہیں ہے۔ جو بالکل مہمل جیسا دعویٰ ہے۔ لطف تو یہ ہے۔ کہ "منافی خاتمیتِ او نیست" کے جملہ سے صاف بتا دیا ہے کہ چونکہ کمالاتِ نبوت کا کامل طور پر ملنا ان کمالات کے پانے والے کو ظلی نبی بنا دینے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والا ہے۔ اس لئے آپ نے فرما دیا۔ کہ یہ نبوت خلافِ خاتم الرسل نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ اور چاہیئے کہ کوئی اس میں شک نہ کرے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ "معنی خاتمیتِ او نیست" بالکل بے محل ہو جاوے گا۔ کیونکہ جب کمالاتِ نبوت اور چیز ہیں۔ اور نبوت اور ہے۔ تو پھر کمالاتِ نبوت کو ختم نبوت کے معانی کون سمجھ سکتا تھا۔ کہ جن کو یہاں سمجھانا مقصود ہے۔ غرض یہی صحیح ہے کہ کامل متبع اپنے متبوع کے تمام کمالاتِ نبوت سے حصہ پاتا ہے۔ اسی لئے اسے نبی متبوع کا ظل کہا جاتا ہے۔ اور یہی کمالات اس کی ظلی نبوت ہے جس کا دروازہ کبھی بھی بند نہ ہوگا۔ اور اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی۔ تو یہی کاملین بالاصالت نبی ہوتے ؛

پس اسی حوالہ کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشارہ ہے۔ مگر حضور کے دعویٰ کا مفہوم اس مفہوم سے بہت بلند ہے۔ کیونکہ اس مفہوم میں تو صرف کمالات نبوت بیان فرمائے ہیں۔ جو ہر نبی میں اس کی اپنی وسعت کے مطابق ہوتے ہیں۔ مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے۔

(ا) "میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں۔ جس میں محمدی تشکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح حاشیہ ص۳)

(ب) "میں بروزی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۸)

حضرت اقدسؑ کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ مجھ میں محض کمالات نبوت نہیں۔ بلکہ کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سرورِ انبیاء اور افضل الرسل اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کا پایا جانا حضورؐ کے مرتبہ اور مقام کو محض حصول کمالاتِ نبوت سے بہت بلند اور ارفع کر دیتا ہے

پس اس مقام کو محض محدث کا مقام سمجھنا خصوصاً ایسی صورت میں کہ حضورؑ نے محدثینِ امت سے اپنے آپ کو ممتاز کر کے خدا کے حکم سے نبی کہلایا ہے۔ حضورؑ کی حد درجہ کی تحقیر ہے۔ جو مقام خوف ہے۔ اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مکتوب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو انبیاء کے زمرہ میں شامل فرمایا ہے اور اسی وجہ سے حضور کی نبوت کے متعلق "معنی خاتمیتِ او نیست" فرمایا ہے۔ غائت ما فی الباب کے بعد کی ساری عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق ہی ہے کیونکہ دوسرے اولیائے امت کا تو اوپر ذکر ہی نہیں آیا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کی نبوت ہوا ہے ؛

(باقی آئندہ)

احراری مشن

سعید روحیں!

فسانہ

(از محبوب عالم خالد)

نعیم لارنس گارڈنز میں سرسبز و شاداب گھاس کے ایک قطعہ میں مصروفِ ترنم تھا۔ کہ اسے سلیم آتا دکھائی دیا۔ نعیم اور سلیم گہرے دوست تھے لیکن سلیم کچھ عرصہ سفر پر رہنے کی وجہ سے اسے مل نہ سکا تھا۔ آج نعیم کا دل بہجت و سرور سے پُر تھا۔ کیونکہ وہ ایک عرصہ کے بعد بچھڑے دوست سے مل رہا تھا۔ دونوں بغل گیر ہوئے۔ اور بیٹھ گئے۔ سلیم کے چہرہ سے انبساط کے آثار ہویدا تھے۔ نعیم نے اس سے دریافت کیا۔ کہ وہ اتنا عرصہ کہاں رہا۔ جس پر سلیم نے کہا۔ "اچھے دوست! ان دنوں میرے قلب میں ایک ہیجان تھا۔ جسے دور کرنے کے لئے میں نے ایک سفر اختیار کیا تھا۔ الحمدللہ کہ اب مجھے اطمینانِ قلب نصیب ہو گیا ہے۔ لیکن نعیم یہ حصہ طویل ہے۔ اور اسے بیان کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ اس وقت تم نے کہیں جانا تو نہیں؟"

"نہیں" نعیم نے کہا۔ "مجھے اس وقت اور کیا کام ہو سکتا ہے۔ کہو تو سہی کیا بات ہے۔"

سلیم نے کہنا شروع کیا۔ "نعیم میں کہہ چکا ہوں کہ میرے قلب میں ناقابل برداشت ہیجان تھا۔ تم جانتے ہو۔ میں احرار کا کبھی کتنا مداح تھا۔ میں انہیں خادمانِ دین یقین کیا کرتا تھا۔ ان کے حمایتِ اسلام کے بلند بانگ دعاوی مجھے ان سے وابستہ کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے قادیان حملہ کرتے وقت اعلان کیا کہ اب ہم محض تبلیغی جماعت ہیں۔ جن کا سیاسیات سے واسطہ نہیں۔ اسلام کی حفاظت کے مقدس فرض نے ہمیں سیاسیات سے علیحدہ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ مسلمانو! تم ہماری سیاسی غلط کاریوں کو فراموش کر دو۔ اور قادیانی فتنہ کے استیصال کے لئے ہمارے ہمدرد و معاون بن جاؤ۔"

مسلمانوں نے مذہب کے نام پر اس اپیل کو سنا اور ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ مال و متاع بیچ کر زر و جواہر ان زعماء کے قدموں میں لا ڈالا۔ لوگوں کی متجسس نگاہیں اخبارات میں اس تگ و دو کے کامیاب نتائج پڑھنے کے لئے بے تاب تھیں چنانچہ انہیں مطمئن کرنے کے لئے احرار کے زرخرید اخبارات نے جلی حروف میں اعلانات شائع کرنا شروع کر دیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ قادیان میں جامعۂ (یونیورسٹی) محمدیہ قائم کردی گئی ہے" جامعہ مسجد کے لئے مناسب موقعہ پر زمین خرید لی گئی ہے" مسجد کی تعمیر شروع کی جانے والی ہے" مسلمانوں کی مدارات کیلئے لنگر خانہ کھولدیا گیا ہے" قادیانیت چند دن کی مہمان ہے" وغیرہ مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ احمدیت کا استیصال قریب ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب ہم مژدۂ جانفزا سنینگے۔ کہ غلطی خوردہ قادیانی ملت اسلامیہ میں پھر سے منسلک ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں میں ہیجان تھا۔ اس سے استفادہ کی غرض سے مجلس احرار نے قادیان میں تبلیغی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں نے اس خیال سے کہ اب قادیان فتح کرکے ہی واپس لوٹینگے اندوختہ جیب میں ڈالا اور عازم قادیان ہو گئے۔ میں بھی وہاں پہنچا۔ قادیان کی حدود سے باہر آریہ سکول کی گراؤنڈ میں چند شامیانے منصوب تھے کھانے وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ چند ایک دکانیں تھیں۔ جہاں سے کچھ لوگوں نے کھانا کھایا۔ باقی نے چنوں پر رات بسر کی۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ وہاں یہ حال ہوگا۔ بھوکا بیٹھا تھا۔ کہ کسی نے کہا کہ یہاں تو بسم اللہ ہی غلط ہے۔ چلو شہر میں کسی دوکان سے کھانا کھا آئیں۔ کچھ لوگ شہر کی طرف روانہ ہوئے ہم بھی اٹھے اور ان کے پیچھے ہو لئے۔ شہر میں پہنچے تو جو چند ایک دوکانیں کھانے کی تھیں۔ خالی پائیں۔ مرتے کیا نہ کرتے۔ آخر ہم نے احمدیہ لنگر خانہ کا رُخ کیا۔ ناظر ضیافت نے ہمارا خیر مقدم کیا اور نہایت عزت و احترام سے پانچ چھ سو آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ میری طبیعت پر احمدیوں کی مہمان نوازی کا گہرا اثر تھا۔ لیکن چونکہ میں انہیں گمراہ یقین کرتا تھا۔ اور سمجھتا تھا۔ کہ احرار کے زعماء نیک نیتی سے انہیں نجات دلانے کیلئے آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے احرار کی حتی الامکان امداد میرا فرض ہے۔ لہذا میں احرار کی جلسہ گاہ میں پہنچا۔ ہم نے چندہ کی اپیلیں سنیں۔ اور سب کچھ ان کے قدموں میں ڈالدیا۔ مولوی بخاری صاحب نے امام جماعت کو ناگفتہ بہ الفاظ میں یاد کیا۔ میری فطرت اسے برداشت نہ کرسکی۔ خیال پیدا ہوا۔ کہ دشنام طرازی احمدیوں کو اسلام سے اور بھی بعید کردیگی۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ میں ناچیز ان باتوں کو کیا سمجھوں۔ جب میں نے ان لوگوں کی اتباع کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تو چون چرا کیوں؟

چُپ ہو رہا۔

قادیان کانفرنس سے واپسی پر میں نے زعمائے احرار کے ساتھ بود و باش اختیار کی۔ تا اس طرح مجھے ان کی خدمت کا زیادہ موقعہ ملے۔ اس وقت مجھ پر بعض ایسی باتوں کا انکشاف ہوا۔ جن سے اگر عوام آگاہ ہو جائیں۔ تو کبھی احرار کے فریب میں نہ آئیں۔

میں نے دیکھا احرار کے دفتر میں مسودات تیار کئے جاتے ہیں۔ کہ قادیان میں مسلمانوں پر بے حد ظلم و ستم روا رکھا جاتا ہے۔ اور انہیں نیست و نابود کر دینے کا مرزائیوں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کا مقاطعہ کیا ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے اشتعال انگیز خطبات کی وجہ سے مسلمانانِ قادیان کی جانیں خطرہ میں ہیں۔ احمدیہ ریفارم لیگ کا بہشتی مقبرہ روڈ پر اجلاس ہوا۔ وغیرہا من الخرافات۔ اور ان پر نامہ نگار خصوصی لکھ کر احراری اخبارات میں شائع کر دیا جاتا۔ مذہبی دیوانے ایسے اخبارات شوق سے خریدتے اور گاڑھے پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ احرار کی شکم پروری کے لئے ان کے حوالے کر دیتے۔

کذب و افترا سے جو سراسر تعلیم اسلامی کے منافی ہے۔ طبعاً مجھے تنفر ہے۔ میں نے ان بندگانِ شکم کی اسلام کو بدنام کرنے والی حرکات دیکھیں۔ اور برداشت کی تاب نہ لا سکا۔ لیکن محض اس خیال سے کہ کچھ عرصہ حالات کا مطالعہ کر لوں میں خاموش ہو رہا۔

احرار کی طرف سے قادیان میں انتہائی اشتعال انگیز حالات پیدا کر دینے کے باوجود احمدیوں نے امن شکن کہلانا پسند نہ کیا۔ اور وہ صبر و سکون سے سب کچھ برداشت کرتے چلے گئے۔ حالات پر غور کرنے کیلئے زعماء احرار کا ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ احمدیوں کی مقدس ہستیوں پر اوباشوں سے حملے کروائے جائیں کیونکہ احمدی خود تو ماریں کھاتے رہیں گے۔ اور چون تک نہ کرینگے لیکن اپنی مقدس ہستیوں پر حملہ ان کی طاقتِ برداشت سے باہر ہوگا۔ وہ جوش میں اُٹھیں گے۔ اور مسلمانوں پر حملہ کر دینگے۔ پروپیگنڈا کے لئے ہمیں موقعہ مل جائیگا۔ تمام ہندوستان ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور زر و جواہر کے ہمارے ہاں ڈھیر لگ جائیں گے۔ میں نے اس فیصلہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ مدعیانِ حمایتِ اسلام کن اوچھے ہتھیاروں پر اتر رہے تھے۔ اسلام فتنہ انگیزی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الفتنۃ اشد من القتل میرے دل میں زعمائے احرار کے خلاف نفرت کے جذبات بڑھنا شروع ہوئے چند دن کے بعد دفتر احرار میں اس امر پر انتہائی حیرت کا اظہار کیا گیا کہ امام جماعت احمدیہ کے بھائی پر حملہ کیا گیا۔ لیکن احمدیوں نے بے مثال ضبط و تنظیم کے باعث دامنِ صبر ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ وہ اپنے مولا کے حضور گڑگڑا کر روئے۔ لیکن کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ اس خبر نے میرے دل میں احمدیوں کے متعلق حسنِ ظن پیدا کر دیا مگر میں نے ابھی قطعی فیصلہ مناسب نہ سمجھا اور حالات پر مزید غور کا فیصلہ کیا:

اسی اثناء میں سکھوں نے مسجد شہید گنج منہدم کر دی مسلمانوں نے آنسو بھری آنکھوں اور درد بھرے دل سے احرار سے درخواست کی۔ کہ وہ حجرۂ عزلت سے نکلیں۔ اور مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔ دیگر رہنمایانِ اسلام نے احرار کے ماتحت کام کرنے کا وعدہ کیا لیکن احرار ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس لئے کہ احرار کا محبوب مشغلہ انتخابات قریب تھا۔ احرار نے اس وقت قید و بند اختیار کرنا قرین دانش نہ سمجھا۔ سکھوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایسے بیانات شائع کرنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شروع کر دیئے۔ جن سے مسلم مفاد کو سخت نقصان پہنچا۔ مسلمانوں نے اپنے سینے گولیوں کیلئے پیش کر دیئے لیکن احرار نے قدم گھر سے باہر اٹھانا مناسب خیال نہ کیا۔ اس پر تمام اسلامی اخبارات نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ احسان اور زمیندار نے بھی جو احرار کی من گھڑت خبریں جلی حروف میں شائع کرنے کے عادی تھے۔ ان سے قطع تعلق کر لیا۔ مسلمانانِ ہند نے احرار پر لعن وطعن شروع کر دی۔ انہوں نے کہا۔ "ہمنے گھر بار بیچا۔ اور اپنی بے بضاعتی کے باوجود جو کچھ ہم سے ہو سکا تمہارے قدموں میں لا ڈالا۔ اب اس کا حساب دو۔ ورنہ ثابت ہو جائیگا۔ کہ تبلیغ اسلام کا محض ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ دراصل مقصود شکم پروری تھا۔ ہمنے سمجھا تھا۔ قادیانی دو دن کے مہمان ہیں۔ لیکن ان کی روز افزوں ترقیات تمہارے بلند بانگ دعاوی کی پرزور تردید کرتی ہیں۔" مگر وہ حساب لاتے تو کہاں سے۔ ہر سٹیج سے اس کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن بے سود۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے مالی اعانت بند کر دی۔ اور احرار کے ہاں فاقہ کشی شروع ہو گئی۔

مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری بھلا یہ کب برداشت کرتے۔ منہ پھٹ تو وہ تھے ہی۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اور مسلمان رہنماؤں پر سب وشتم کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ کبھی وہ سلطان ابن سعود کے خلاف سوقیانہ انداز میں یاوہ گوئی کرتے تو کبھی نظام حیدر آباد کو نہایت ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرتے۔ کبھی وہ مولوی ظفر علی خان صاحب کو مسلمانانِ لاہور کے خون کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے واجب القتل قرار دیتے۔ تو کبھی ان کے صاحبزادے کو بدذات بے دین کے الفاظ سے یاد کرتے۔ پھر کبھی مجلس اتحاد ملت کو مجلس منافقین کہتے محض اسی لئے کہ ان کے جلوے بند کرنے کے بہت حد تک یہی باعث تھے۔ وہ جو منہ میں آتا۔ بے تحاشا بکتے چلے جاتے۔ میں اکثر سوچتا اس ہذیان کی اسلام کب اجازت دیتا ہے چہ جائیکہ ان کی ہتک کی اجازت دے۔ اور سر فضل حسین سے تو انہیں ازلی اور ابدی بغض ہے۔ سر فضل حسین ایک بات کہیں۔ تو وہ بڑے اور راجہ نریندر ناتھ وہی بات کہیں تو وہ اچھے۔ احرار کو دوسروں کی پگڑیاں اچھالنے کا چسکہ پڑا۔ تو یہ مسلمانوں کی اپنی غفلت کا نتیجہ ہے۔ احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف بے انتہا گند اچھالا۔ انہیں لاتعد گالیاں دیں ناپسندیدہ القاب سے یاد کیا۔ حالانکہ لا تنابزو بالالقاب کا صریح حکم قرآن حکیم میں موجود تھا۔ ان کی معزز مستورات پر حملے کئے۔ حالانکہ اسلام عورت کی عزت واحترام دنیا میں قائم کرتا ہے۔ مسلمان یہ سب کچھ دیکھنے کے لئے خوش تھے۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ ان کے مخالفین پر روا رکھا جاتا تھا۔ اب جبکہ خود ان پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ وہ بولیں۔ تو کس منہ سے وہ احتجاج کریں۔ تو کیونکر انہوں نے ہی تو احرار کو یہ سبق سکھایا تھا۔ رونا آتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے افعال شنیع مذہب اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ مجاہد کہلانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اکثر وبیشتر ان میں سے نماز کے قریب بھی نہیں جاتے۔ ان کی سابقہ زندگیاں ننگِ انسانیت افعال سے پر ہیں۔ انہیں مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر یہ لوگ مذہب کا نام لیتے ہیں۔ تو اس لئے کہ ان رہنزنوں کو اس وسیلہ سے زیادہ آمدنی کی توقع ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہ اسلام کی حقانیت ان پر واضح ہے۔ اور وہ اسلام کو فتنہ احمدیت سے محفوظ کرنے کے لئے جان ہتھیلی پر رکھے ہیں۔ ان کی تقاریر میں سوائے دشنام دہی کے کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف احمدی علماء کی تقاریر ہمیشہ پر مغز اور پر از معلومات ہوتی ہیں۔ ان میں حقائق پیش کئے جاتے ہیں۔ اور احرار کو للکارا جاتا ہے۔ کہ اگر جرأت ہے۔ تو ہمارا مقابلہ دلائل سے کرو۔ گالی کمزوری اور جہالت کی علامت ہے۔

نعیم غور سے ان باتوں کو سن رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ سلیم کی باتیں اس پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے سلیم نے کہا نعیم بھائی! اگر آپ ہندو پریس کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جہاں ہندو پریس مولوی ظفر علی صاحب۔ سر فضل حسین اور دیگر زعمائے ملت کے خلاف لکھتا ہے۔ وہاں وہ احرار کی تعریف وتوصیف سے بھرا ہوگا۔ یہ کیوں؟ احرار اہل ہنود کے کیوں محبوب ہیں؟ اس لئے کہ وہ مسلم مفاد کی نسبت ہندو مفاد کی حفاظت کے لئے زیادہ بے تاب ہیں۔ انہیں عداوت ہے۔ تو ان لوگوں سے جو مفاد اسلامی کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور جو شب وروز اسی کی حفاظت میں صرف کر دیتے ہیں۔

پچھلے دنوں احرار نے اپنے اثر واقتدار کا اندازہ کرنے کے لئے امرتسر میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں انہوں نے بیان کیا۔ کہ اب وہ سیاسی گروہ میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ مذہبی امور کی سرانجام دہی کیلئے انہوں نے ایک نیا شعبہ بنا دیا ہے۔ اور مذہبی کام اب محض ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

مجھے ان کی سیاسیات کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے یہ لوگ خود تو ٹہلرام اور ڈی دیلرا خیال کرتے ہیں۔ اور سر فضل حسین کے منہ آتے ہیں ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سر فضل حسین نے بالخصوص مسلمانانِ ہند اور بالعموم اہل ہند کی جو قابل صد رشک خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ اور کسی نے کیا دینی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اہل ہنود کے مشہور ہیں۔ جنہیں ہر وہ شخص خار کی طرح کھٹکتا ہے جو مسلمانوں کے مفاد کا محافظ ہو۔ اہل ہنود کا نبیا پن ہر قسم کا استفادہ انہیں اپنے ہی لئے مخصوص کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ سر فضل حسین نے اہل ہنود اور دیگر اقوام کے حقوق کو کبھی پس پشت نہیں ڈالا۔ ان کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کو بھی ان کے حقوق دلانے کی کوشش کی۔ مسلمانان ہند کا تعلیم یافتہ طبقہ انہی کا مرہون منت ہے۔ لیکن ناقدردان احرار بغیر کچھ سوچے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمجھے اہل ہنود کی انگلیوں پر ناچ رہے ہیں۔ اور طوفان بے تمیزی برپا کر رہے ہیں۔ ان بندگانِ نفس کو اتنا بھی احساس نہیں کہ اس طرح وہ خود اپنی قوم کے ضعف کا باعث بن رہے ہیں۔ سر فضل حسین نے قومی اصول پر ایک پارٹی مرتب کی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہندو جو مسلمانوں کو ہمیشہ فرقہ پرستی سے معطون کرتے ہیں۔ اس پارٹی کا خیر مقدم کرتے اس لئے کہ یہ پارٹی قومی اصول پر مرتب تھی۔ لیکن مسلمانوں کے جائز حقوق کا حامی سر فضل حسین کیونکر انہیں منظور خاطر ہو؟

احرار پستی اخلاق اور بندۂ ہوا و ہوس ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ کسی مہذب سوسائٹی کے رکن بن سکیں۔ چنانچہ ان کمینہ فطرتوں کو منہ لگانا سر فضل حسین نے پسند نہ کیا۔ انہوں نے انتخابات کے لئے سر فضل حسین کے مقابل اپنی پارٹی کھڑی کر لی۔ سر فضل حسین کے معتدلانہ لائحہ عمل کے مقابل انہوں نے یاد رہے "انتہائی" لائحہ اپنے لئے تجویز کیا۔ لیکن یہ نہ بتایا۔ کہ وہ کن ذرائع سے ان مقاصد کو یہ حاصل کرینگے۔ یہ نما قابل عمل لائحہ عمل نظر فریب ضرور ہے۔ مگر عقل سلیم اس کی معقولیت تسلیم کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ احرار کی سیاسی ناتجربہ کاری ایسے لائحہ عمل کے تجویز کرنے کی باعث ہے۔

نعیم نے کہا۔ اکثر شب تنہائی میں حوادثِ زمانہ پر غور کرتے ہوئے میں بھی ان باتوں پر حیران ہوتا ہوں۔ لیکن ان مسائل کو اپنے فہم سے بالا خیال کرتے ہوئے ان کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا۔

سلیم کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ نعیم! یہی حالات میرے اطمینان و سکونِ قلب کے فقدان ہوئے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ احرار کے مفتریانہ بیانات کو نظر انداز کر دوں۔ اور خود احمدیت کی تحقیق کروں۔ چنانچہ گذشتہ عام میں اسی غرض کے لئے میں نے قادیان جانے کا عزم کیا۔

(۲)

جمعہ کے دن میں قادیان پہونچا۔ احمدیہ مہمان خانہ میں قیام کیا۔ اذان سنی اور مسجد اقصےٰ میں جا بیٹھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ تشریف لائے۔ آپ نے سچائی کے متعلق بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا۔ احمدیت ہمیں سچائی پر قائم کرتی ہے تم جان دیدو۔ لیکن جھوٹ کبھی نہ بولو۔ کہ اس طرح تمہاری مساعی کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ تم نے محض سچائی کیخاطر تمام دنیا سے لڑائی مول لی ہے۔ اگر اسے بھی چھوڑ بیٹھے۔ تو تمہیں نہ دنیا ملے گی نہ دین۔

میں نے اس ارشاد کا احرار کے طرزِ عمل سے مقابلہ کیا۔ جنہیں ہر ہر گام پر جھوٹ سے سروکار ہے مجھے رسول اکرمؐ کا زمانہ یاد آ گیا۔ جبکہ صحابہ انتہائی عذاب برداشت کر لیتے۔ لیکن سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ مجھے اس وقت معلوم ہوا۔ کہ کیوں مجلس احرار کی مساعی بار آور نہیں ہو رہیں۔

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد میں مہمان خانہ واپس جا رہا تھا کہ رستہ میں السلام علیکم السلام علیکم کی آوازیں کان میں پڑیں۔ لوگوں میں سے اکثر مجھے تپاک سے ملتے اس طرح کہ گویا میں بھی انہی میں سے تھا۔ اسلامی اخوت کا منظر میں نے وہاں دیکھا۔ نیز جہاں مسلمانوں کی مساجد مرثیہ خواں ہیں۔ کہ نمازی نہ رہے۔ وہاں قادیان کی مساجد نمازیوں سے پُر نظر آتیں

جماعت احمدیہ کا نظام دنیائے اسلام کے لئے قابلِ رشک ہے۔ کام مختلف شعبجات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر شعبہ کا انچارج ناظر کہلاتا ہے مثلاً ناظر دعوت و تبلیغ۔ ناظر تعلیم و تربیت وغیرہ نظار جماعت کے متعلقہ سے ہر قسم کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ جن کی تعمیل ہر احمدی کا اخلاقی اور مذہبی فرض ہے۔ وہاں احمدیوں کی حکومت تو نہیں۔ لیکن نظام سلسلہ کے لئے احترام کے لئے اخلاقی دباؤ سے کام لیا جاتا ہے۔ ان تمام امور سے فی الواقع اسلامی عظمت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ہر روز عصر کی نماز کے بعد درس القرآن فرماتے ہیں۔ مجھے بھی ان فیوض روحانی سے متمتع ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ وہاں علم و عرفان کے دریا بہتے ہیں۔ قرآنی علوم فی الواقع جماعت احمدیہ کے حصہ میں آئے ہیں۔ مگر دشنام طراز مقررین احرار نے تو قرآن حکیم کو کبھی چھوا بھی نہیں۔ وہ تو صرف لوگوں کی پگڑیاں اچھالنا اور اہل اسلام کی ہتک کرنا جانتے ہیں۔

میں نے سلسلہ کی مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہر سال نمایندگانِ جماعتہائے احمدیہ کی مجلس شوریٰ منعقد کی جاتی ہے۔ جس میں بجٹ پیش کیا جاتا ہے۔ بجٹ کی منظوری کے بغیر انجمن ایک پائی بھی خرچ کرنے کی مجاز نہیں۔ اور پائی پائی کا حساب رکھنا ضروری ہے۔ جس کی پڑتال کے لئے آڈیٹر مقرر ہیں۔

نظارت تبلیغ کے ماتحت اکنافِ عالم میں مبلغین اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ وہ نہایت مستعدی سے دنیا کے کناروں تک احمدیت کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ اکثر ممالک میں جماعتیں قائم ہیں۔ مادہ پرست یورپ بھی اسلام اور احمدیت کی حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کر رہا ہے۔

میں قادیان میں کئی دن رہا۔ اکثر گلی کوچوں سے گزرتا۔ لیکن میں نے کبھی کسی بچہ یا جوان کی زبان سے مغلظات اور ناپسندیدہ الفاظ نہ سنے۔ تمام لوگ لغو گوئی سے احتراز کرتے ہیں۔ ان میں تبلیغ کے لئے ایک تڑپ پائی جاتی ہے۔ جو باقی دنیائے اسلام میں مفقود ہے۔ ایک جگہ میں نے دیکھا۔ کچھ بچے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سمجھا کھیل کود کی باتیں ہو رہی ہونگی۔ ذرا قریب گیا۔ تو میں نے سنا کہ وہ ہستی باری تعالیٰ کے دلائل بیان کر رہے تھے۔

احرار کی معاندانہ کارروائیوں اور حکام کے جانبدارانہ رویہ کے پیشِ نظر احمدیوں میں ایک نئی روح پھونکی گئی ہے۔ وہ خوابِ غفلت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خیر باد کہہ چکے ہیں۔ باہمی جھگڑے دور کر کے وہ معاندین کے مقابلہ کے لئے متحد ہو گئے ہیں۔ امام جماعت احمدیہ نے ایسے سرفروش مجاہدین کا مطالبہ کیا۔ جو ممالک غیر میں جا کر آباد ہوں۔ اور وہاں نئے مشن قائم کریں۔ نوجوانوں نے لبیک کہا۔ اور بیسیوں نے زندگی خدمت سلسلہ کے لئے وقف کر دی۔ اس وقت تک ہنگری۔ سپین جاوا۔ چین۔ جاپان۔ افریقہ۔ ابی سینیا۔ البانیہ اور چند ایک دیگر ممالک میں اس سکیم کے ماتحت مجاہد پہنچ چکے ہیں۔ باقی تبلیغی مطالعہ میں مصروف ہیں۔ جو عنقریب روانہ ہونے والے ہیں۔

احرار اور حکومت کی نوازشات کے طفیل جماعت احمدیہ میں سیاسی بیداری پیدا ہو چکی ہے احمدی مسلم حقوق کے حامی ہیں۔ اور ہر ایسی سعی کے خلاف ہیں۔ جو مسلم مفاد کے لئے مضر ہو۔ مکمل آزادی تو ہر محب وطن ہندوستانی کا مطمح نظر ہے ہی۔ اور اس میں احمدی کسی سے کم نہیں لیکن وہ ایک اصل پر قائم ہیں۔ کہ جب تک لوگ دوسرے فرقوں اور مذاہب کے رہنماؤں کا احترام نہ کرینگے۔ اور جب تک مخالفین کو زک دینے کے لئے سب وشتم سے کام لیا جائیگا اس وقت تک ہندوستان کو آزادی کا سانس لینا نصیب نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ احمدی مقررین اور ان کے اخبارات اشد معاند کا نام بھی ادب و احترام سے لیں گے۔

آل انڈیا نیشنل لیگ اور نیشنل کور کا قیام جماعت احمدیہ کی سیاسی بیداری کی علامت ہے۔ کہ اصلاحات کے نئے دور میں خدمت وطن اور اپنے مفاد کی حفاظت میں وہ کسی سے پیچھے نہ رہیں گے ان میں باتیں کرنے والے کم ہیں گے اور کام کرنے والے زیادہ بجائے اس کے کہ مسلمان بغض و عداوت کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف طوفان بے تمیزی برپا کریں انہیں احمدیوں کی تنظیم سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

ہمدردی خلائق جماعت احمدیہ کے فرائض میں سے ہے۔ وہ ہر شخص یا قوم کو مصیبت میں دیکھ کر اس کی دادرسی کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ جب انہوں نے مسلمانان کشمیر کی ناگفتہ بہ حالت دیکھی۔ تو میدان عمل میں نکل آئے۔ انہوں نے وہ کچھ کر کے دکھایا۔ کہ عقل دنگ رہ گئی۔ لیکن شومئی قسمت سے مسلمان من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے خلاف ان سے نہایت بدتہذیبی سے پیش آئے۔ اور اپنے تخریبی اقدام کی وجہ سے تمام مساعی پر پانی پھیر دیا۔ پھر مسلمانان کشمیر کو گرداب میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ زعمائے کشمیر سے جا کر پوچھو۔ وہ احرار کو کوس رہے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے احسانات کے تلے دبے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔

امام جماعت احمدیہ نے حکم دیا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ سے کام کیا کریں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے ریلوے سٹیشن پر سیکنڈ کلاس سے اترنے والے بیرسٹر ہاتھوں میں سوٹ کیس یا بستر اٹھائے چلے جا رہے ہوں گے۔ اس طرح کفایت شعار بننے کے علاوہ لوگ جفاکش بن رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں قادیان میں احمدی ایسے رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لے رہے ہیں۔ جن سے وہ خود نہیں۔ بلکہ دیگر اہالیان قادیان مستفید ہوتے ہیں۔ ایک دن مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس دن حضرت امیر المؤمنین بنفس نفیس ناظر صاحبان۔ وکلاء۔ علماء۔ گریجوائیٹ۔ کالجیٹ۔ بچے اور بوڑھے۔ غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگ مقام مقررہ پر پہنچ کر اپنے ہاتھوں سے گڑھے پُر کرتے ہیں۔ اگر آج مسلمان اس کی تقلید میں سستیاں ترک کر دیں۔ تو جلد ہی اپنی بگڑی بنا لیں۔ لیکن انہیں تو ایسے کاموں سے عداوت ہے۔ جو احمدی کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم صلعم کا واضح ارشاد موجود ہے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اخذھا حیث وجدھا ؛

جن گڑھوں میں احمدی مٹی ڈالتے ہیں۔ ان کے قریب ہی دو دو فٹ کچھ گہری کچھ کھڑی ایک چار دیواری نظر آتی ہے جو ایک مرلہ کے قریب جگہ گھیرے ہے۔ یہ مفقود ہے۔ یہ وہ جامع احرار ہے۔ جس کے لئے لوگوں نے مال و اسباب لٹا کر چندہ دیا تھا۔ لنگر خانہ جس کا اخبارات میں چرچا تھا۔ ناپید ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ارد گرد کے گاؤں سے آٹا مانگ کر احراری گذارہ کرتے ہیں۔ اسی کا نام انہوں نے لنگر خانہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے ایک صاحب سے جامعہ (یونیورسٹی) محمدیہ کے متعلق استفسار کیا۔ اس نے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی جس میں چند ایک بچے قاعدے سنبھالے زمین پر بیٹھے تھے۔ کی طرف اشارہ کیا۔ میری زبان سے بیساختہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ نکل گیا۔ احرار کے قادیان میں وجود پر اگر کوئی چیز شاہد ہے۔ تو وہ ایک ہندو کے مکان پر سرخ چیتھڑا ہے۔ وبس۔ انہوں نے پولیس اور دیگر حکام کے ایماء پر جماعت احمدیہ کے خلاف نہایت اشتعال انگیز حرکات کا ارتکاب اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ اور ان کے خلاف اخبارات میں افترا پردازی اپنا مشغلہ۔

نعیم! میں نے ان حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میں نے احمدیوں کو عشق محمدؐ میں مخمور پایا ہے۔ جو کچھ ان کے متعلق احرار بیان کرتے ہیں۔ سب دجل و تلبیس ہے ان حالات کے باعث میں نے احرار کے تعلق قطع کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونیکا شرف حاصل کیا ہے آج میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں۔ کہ اٹھو۔ وقت قریب ہے کہ یہ گمراہ لوگ تباہ و برباد ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ پس اٹھو کہ میں نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر دیا ہے تم بھی قادیان چلو۔ وہاں تم دیگر مسائل کی بھی اچھی طرح تحقیق و تدقیق کر سکو گے۔"

نعیم نے کہا "بھائی میں نے تمام حالات کا جائزہ لیا ہے۔ میں ممنون ہوں کہ تم نے مجھے اس قعر ضلالت سے نکالا۔ میں اب قادیان جانے کیلئے بے تاب ہوں۔ تا وہاں میں اپنے آپ کو حضرت امام جماعت احمدیہ کے حضور پیش کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کروں۔"

جاء الحق و ذھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا

(قیمت ۱۲ آنہ سالانہ فاروق منجانب قادیان سے شائع کیا)